اقـــوال زریـــں

- ☐ اس دنیا میں آرام کے متلاشی نہ ہو، کیونکہ ہماری آخرت کی زندگی اس کے لیے کم نہیں ہے۔
- ☐ غیرت کو غصہ پر ترجیح ہے، اگر تمہیں برے کاموں کے لیے ملامت کی جائے تو غصہ مت کرو، بلکہ غیرت سے کام لے کر اس کو ترک کرنے کی کوشش کرو۔

روزنامہ راشٹریہ سہارا
ROZNAMA RASHTRIYA SAHARA NEW DELHI

وی وی پیٹ پر عدالتی فیصلہ

وطن عزیز ہندوستان میں عام الیکشن کی گہما گہمی جاری ہے اور سبھی سیاسی جماعتیں اپنے دعوؤں اور وعدوں کے ساتھ سیاسی محاذوں پر اپنے مخالف گروپوں سے برسرپیکار ہیں۔ ایسے میں جہاں لیڈران سماجی، معاشی اور سیاسی ایشوز پر ناکامیوں کو چھپاتے ہوئے ایک دوسرے کو ذمہ دار ٹھہراتے نظر آئے تو وہیں دوسری جانب عوامی وسیاسی سطح پر یہ بحث بھی کافی گرم رہی کہ انتخابات میں وی وی پیٹ کی پرچیوں کی صد فیصد کراس چیکنگ اور بیلٹ پیپر سے انتخابات کیوں نہیں کرائے جاتے، تاکہ کسی طرح کی چھیڑ چھاڑ کا احتمال وشبہ ہی باقی نہ رہے اور شفافیت بھی برقرار رہے۔ کچھ سالوں سے اپوزیشن کے کچھ لیڈر بالخصوص کانگریس کے رہنما راہل گاندھی اس معاملے کو پورے شدومد سے اٹھاتے رہے اور بی جے پی انہیں وقتاً فوقتاً جواب دے کر منھ بند کراتی رہی اور اس میں شفافیت اور تکنیکی باریکیوں سے آگاہ کرتی رہی۔ لیکن اپوزیشن چپ نہیں بیٹھا۔ لہٰذا ایسوسی ایشن فار ڈیموکریٹک ریفارمس (اے ڈی آر) نے 2023 میں اس معاملے کو عدالت عظمیٰ کے سامنے رکھ دیا اور وی وی پیٹ کی پرچیوں کو ای وی ایم سے صد فیصد کراس چیک کرنے اور بیلٹ پیپر سے ووٹنگ کی مانگ کی۔ لہٰذا اس پر متواتر سنوائی ہوئی اور 26 اپریل 2024 کو سپریم کورٹ نے نہ صرف عرضی دہندگان کی تمام عرضیاں خارج کردیں بلکہ اپنا فیصلہ دیتے ہوئے واضح طور سے کہہ دیا کہ الیکشن ای وی ایم سے ہی ہوں گے اور ای وی ایم، وی وی پیٹ کی پرچیوں کو صد فیصد کراس چیک نہیں کرایا جائے گا۔ عدالت نے یہ بھی کہا کہ وی وی پیٹ کی پرچیاں 45 دنوں تک محفوظ رکھی جاسکیں گی اور امیدواروں کے دستخط کے ساتھ ہی محفوظ کی جائیں گی۔ ظاہر ہے عدالت کے اس فیصلے کے بعد اب اس دھڑے کی تمام دلیلیں عدالت میں اوندھے منہ گر گئیں جو محض گڑبڑی ہونے کے خدشات کی بنیاد پر عدالت سے ووٹنگ کے طریقہ کو بدلنے کی سفارش کررہا تھا۔ حالانکہ کچھ لوگ اس فیصلے سے مطمئن ہیں تو کچھ مایوس کن بتا کر اپنی خفت کو چھپانے کی کوشش کررہے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ عدالت نے فیصلہ سنانے سے قبل شکایت کنندہ کے تمام خدشات کو دور کرتے ہوئے آئندہ کسی بھی شکایت کے لیے دروازے کھلے رکھے لیکن عدالت نے عرضی گزار کو یہ بھی پیغام دے دیا کہ ایک آئینی ادارے پر اس طرح کے بے تکے الزامات عائد کرکے وقت برباد نہ کیا جائے اور محض شک کی بنیاد پر کسی نظام کو نہیں بدلا جاسکتا۔

الغرض، اس فیصلے کی روشنی میں عدالتی فیصلوں پر انگلی اٹھانے والوں کو یہ بات ذہن نشیں رکھنی چاہیے کہ سپریم کورٹ نے اے ڈی آر کی عرضی یونہی خارج نہیں کردی بلکہ اس نے الیکشن کمیشن سے دوبار وضاحت طلب کی۔ عدالت نے پانچ کراس کوئسچن کرکے وکیل مسٹر بھوشن کو مطمئن ہونے کا بھرپور موقع بھی دیا۔ عدالت نے کمیشن سے یہ جاننے اور سمجھنے کی پوری کوشش کی کہ کیا ای وی ایم میں چپ (chip) کو دوبارہ پروگرام کیا جاسکتا ہے اور اس میں چھیڑ چھاڑ کا امکان کہاں تک درست ہے؟ لہٰذا الیکشن کمیشن نے اس پر کہا کہ چپ ایک بار ہی پروگرام ہوتی ہے اور اس میں صرف سمبل ہی لوڈ ہوتا ہے۔ جس سے عدالت نے اطمینان کا اظہار کیا۔ اب جو لوگ عدالت کے فیصلے پر مایوسی کا اظہار کررہے ہیں، ان کو سمجھنا چاہیے کہ محض خدشہ کی بنیاد پر کوئی فیصلہ ممکن نہیں۔ البتہ اس تناظر میں کچھ قانون کے ماہرین اور تجزیہ نگار عدالت میں مسٹر بھوشن کی دلیلوں اور موقف سے مطمئن نہیں ہیں، ان کا کہنا ہے کہ مسٹر بھوشن اور ان کی ٹیم نے عدالت کے سامنے وہ بات نہیں کہی جو کہنی چاہیے تھی۔ مثلاً عدالت کو ثبوتوں کے ساتھ یہ کیوں نہیں بتایا گیا کہ ای وی ایم میں گڑبڑیاں پائی گئی ہیں یا مشینوں کو ری پروگرام کیا گیا ہے اور دھاندلیاں کی جارہی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ مشین میں جعل سازی کی جاسکتی ہے اور چپ کو ری پروگرام کیا جاسکتا ہے! ناقدین کا راست سوال ہے کہ کیا یہ کیس ہارنے کے لیے تو نہیں لڑا گیا ہے؟ بہرکیف، بلاشبہ بارہا ای وی ایم کے اندر مبینہ چھیڑ چھاڑ اور وی وی پیٹ سے ایک نشان کی پرچیاں نکلنے کی اطلاعات سامنے آئیں اور بی جے پی اس پر خاموش بیٹھی نظر آئی۔ جس سے خدشات اور زیادہ گہرے ہوئے۔ سینئر وکلا کو چاہیے تھا کہ وہ محض خدشات پیش کرنے کے بجائے ٹھوس ثبوتوں کے ساتھ عدالت میں اس معاملے کو اٹھاتے، الزامات کو ثابت کرتے اور قصورواروں کو کیفر کردار تک پہنچانے کی کوشش کرتے۔ اس طرح محض ایک آئینی ادارہ کو بدنام کرنا ٹھیک نہیں، یہ ایک کمزور اپیل کے مترادف ہے، اس طرح سے عدالت کا بھی قیمتی وقت برباد ہوتا ہے۔

edit2sahara@gmail.com

آئین کے بنیادی ڈھانچے کو کسی صورت بدلا نہیں جاسکتا

خواجہ عبدالمنتقم

ہمارے ملک کا آئین ہماری آئین ساز اسمبلی کی دین ہے۔ جب تک عدالت عظمیٰ کی عظمت اور آئین کی بالادستی برقرار ہے تب تک اس کے بنیادی ڈھانچے کو بدلا نہیں جاسکتا۔ اس سے قبل کہ ہم بنیادی ڈھانچے کے بدلنے یا نہ بدلنے کی بات کریں، ہم قارئین کو یہ باور کرانا چاہیں گے کہ آئین کے بنیادی ڈھانچے سے کیا مراد ہے۔ کیشو آنند بھارتی والے معاملے میں آئین کی جن خصوصیات واصولوں کو بنیادی ڈھانچے کا نام دیا گیا تھا، وہ ہیں... آئین کی بالادستی، ملک کا اتحاد واقتدار اعلیٰ، عوامی جمہوری نظام حکومت، آئین کی وفاقی نوعیت، سیکولرازم، نجی آزادی۔ بعد میں سپریم کورٹ کے فیصلوں کی روشنی میں دیگر خصوصیات کو بھی اس میں شامل کیا گیا جیسے قانون کی بالادستی، عدلیاتی نظر ثانی، پارلیمانی نظام، اصول مساوات، بنیادی حقوق اور مملکت کی حکمت عملی کے ہدایتی اصولوں کے مابین توازن ومطابقت، آئین کی دفعات 32 (سپریم کورٹ کو بعض رٹ اجرا کرنے کا اختیار)، 136 (اپیل کے لیے سپریم کورٹ کی خاص اجازت)، 142 (سپریم کورٹ کی ڈگریوں اور احکام کا نفاذ وغیرہ)، 147 (آئین کی تعبیر) کے تحت سپریم کورٹ کے اختیارات اور دفعہ 226 (ہائی کورٹ کو بعض رٹ اجرا کرنے کا اختیار) و دفعہ 227 (ہائی کورٹ کا جملہ عدالتوں پر نگرانی کا اختیار) کے تحت ہائی کورٹ کے اختیارات۔ اگر ان اصولوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کوئی قانون بنایا جاتا ہے تو سپریم کورٹ ایسے قانون کو کالعدم قرار دے سکتی ہے۔

جہاں تک بنیادی حقوق کی بات ہے، وہ اس خصوصیت کے حامل ہیں کہ اگر ان میں سے کسی بھی حق کی خلاف ورزی ہو تو وہ شخص جس کا حق تلف ہوا ہے، آئین کی دفعہ 32 یا دفعہ 226 کے تحت بالترتیب سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ میں رٹ داخل کرسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بنیادی حقوق کو Justiciable Rights یعنی قابل چارہ جوئی حقوق کہا گیا ہے جب کہ بھارت کے آئین میں دیے گئے ہدایتی اصولوں کو یہ درجہ حاصل نہیں ہے۔ ان کی قانونی نوعیت بنیادی حقوق سے بالکل مختلف ہے چونکہ انہیں بنیادی حقوق کی طرح قابل چارہ جوئی حقوق کا درجہ حاصل نہیں۔ بہ الفاظ دیگر ان کی خلاف ورزی کی صورت میں آئین کی دفعہ 32 یا دفعہ 226 کے تحت بالترتیب سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ میں رٹ داخل نہیں کی جا سکتی۔ لیکن سپریم کورٹ نے اس بات کو بھی تسلیم کیا ہے کہ بنیادی حقوق اور ہدایتی اصول دونوں کی حیثیت تکمیلی ہے یعنی ایک دوسرے کے بغیر دونوں کا وجود مکمل نہیں ہوتا چونکہ دونوں کی واحد غرض یہی ہوتی ہے کہ عوام کے تمام شہری، سیاسی، سماجی، معاشی، تہذیبی، ثقافتی ومذہبی حقوق کی حفاظت کی جائے۔ اگر کسی بھی ملک کے دستور میں وہاں کے عوام کو ان حقوق کی مکمل ضمانت نہیں دی جاتی تو ہمیشہ یہ خدشہ بنا رہتا ہے اور عوام کو یہ ڈر لگا رہتا ہے کہ ارباب حکومت یا وہ لوگ جن کے ہاتھ میں ملک کی باگ ڈور ہے، کب ان کے حقوق کو پامال کردیں اور ان کی آزادی خطرے میں پڑ جائے۔

دساتیر عالم جن میں ایسے ممالک کے دساتیر بھی شامل ہیں جنہوں نے ہمیشہ بنیادی حقوق یا انسانی حقوق کی وکالت یا حمایت کی ہے اور جن کے دساتیر میں یہ بات واضح طور پر کہی گئی ہے کہ بنیادی حقوق ناقابل تنسیخ ہیں، یہ حقوق مختلف پابندیوں اور مختلف تحدیدات کے تابع عطا کیے گئے ہیں۔ اگرچہ عدالت کی مختلف نظیروں کے مطابق اب ان میں سے کچھ حقوق کو کسی حد تک حقوق مطلق (Absolute Rights) کا درجہ دیا جاچکا ہے لیکن اس کے باوجود بھی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ آزادی کا مقصد لاقانونیت ہے کیونکہ ان حقوق کا استعمال پابندیوں اور ذمہ داریوں کے ساتھ کیا جانا چاہیے۔ اب رہا سوال یہ کہ مناسب پابندیاں کیا اور کون سی ہیں، اس کی وضاحت وقتاً فوقتاً ہماری عدالتیں کرتی رہی ہیں۔ اس کے علاوہ بھارت کے آئین میں بھی یہ بات واضح طور پر کہی گئی ہے کہ ان حقوق کا استعمال اس طرح کیا جانا چاہیے کہ اس سے امن عامہ اور اخلاق عامہ پر منفی اثر نہ پڑے۔

سپریم کورٹ نے بھی قانون کی بالادستی کے اصول کو بھارت کے آئین کے بنیادی ڈھانچے کا ایک حصہ مانا ہے اور اپنے مختلف فیصلوں میں یہ بات کہی ہے کہ قانون کی بالادستی میں من مانے ڈھنگ سے کام کرنے کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ آئین کی بالادستی وبرتری سے تو انکار کیا ہی نہیں جاسکتا۔ خواہ سپریم کورٹ ہو یا پارلیمنٹ دونوں کو آئین کی حدود کے اندر رہ کر ہی اپنے فرائض انجام دینے ہوتے ہیں۔ مختصراً یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ بھارت کا آئین ہی بالاتر ہے، نہ سپریم کورٹ بالاتر ہے اور نہ ہی پارلیمنٹ۔ یاد رہے کہ قانون کی بالادستی کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ضرورت پڑنے پر آئین میں ترمیم نہیں کی جاسکتی البتہ اتنا ضرور ہے کہ ایسا کرتے وقت کوئی ایسی ترمیم نہیں کی جاسکتی، جس سے آئین کے بنیادی ڈھانچے پر آنچ آئے۔ گولک ناتھ والے معاملے میں سپریم کورٹ نے یہ فیصلہ دیا تھا کہ بنیادی حقوق میں کوئی ترمیم نہیں ہوسکتی۔ اس نے یہاں تک کہا تھا کہ آئین کی ترمیم سے متعلق آئین کی دفعہ 368 میں صرف اس طریق کار کی وضاحت کی گئی ہے جس کے مطابق آئین میں ترمیم کی جاتی ہے نہ کہ ترمیم کا اختیار دیا گیا ہے۔ کیشو آنند بھارتی والے معاملے میں بھی جسے آئین کے بنیادی ڈھانچے میں ترمیم نہ کرنے کے معاملے میں کلیدی حیثیت حاصل ہے، یہ بات کہی گئی ہے کہ پارلیمنٹ آئین کے کسی بھی حصہ میں ترمیم تو کرسکتی ہے لیکن آئین کے بنیادی ڈھانچے کو تباہ نہیں کرسکتی۔ عدالتی نظائر کی رو سے آئین کے بنیادی ڈھانچے میں ترمیم نہ کرنے کے ترمیمی اختیار کو ختم کرنا خود آئین کی بنیادی خصوصیات میں شامل ہے۔

اس کے علاوہ آئین کی دو خصوصیتوں 'عدالتی نظر ثانی اور پارلیمنٹ کی خودمختاری' کو بھی زک نہیں پہنچائی جاسکتی۔ بھارت کے آئین میں عدالتی نظر ثانی اور پارلیمنٹ کی خودمختاری کا بہترین امتزاج ہے اور یہ اس آئین کی ایک اہم خصوصیت ہے۔ جہاں ایک طرف سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کو حسب صورت، کسی قانون کو غیر آئینی یا کالعدم کرنے کا حق حاصل ہے تو دوسری طرف پارلیمنٹ کو قانون بنانے کے معاملے میں مکمل خودمختاری حاصل ہے اور دونوں ہی سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے دائرۂ اختیار میں دخل اندازی نہیں کریں گے لیکن اس کے باوجود کبھی کبھی دونوں کے مابین ٹکراؤ کی سی صورت پیدا ہوجاتی ہے جو ہمارے جیسے ملک میں جہاں عدلیہ اور عاملہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ قانون ساز ادارے مکمل طور پر خودمختار ہیں یعنی جہاں عدلیہ کو مکمل آزادی حاصل ہے، وہاں اس قسم کا ٹکراؤ نہیں ہونا چاہیے۔

دراصل یہ آئین ہی تو ہے جو ہندوستان کو ایک سیکولر اور عوامی جمہوریہ کا درجہ عطا کرتا ہے اور تمام شہریوں کو سماجی، معاشی اور سیاسی انصاف کا حق دیتا اور ایک معیاری عدلیاتی نظام دستیاب کراتا ہے مگر اس نظام کی کارکردگی کی ڈور ہمارے جج صاحبان کے ہاتھ میں ہے۔

(مضمون نگار ماہر قانون، آزاد صحافی، مصنف، سابق بیوروکریٹ وبین الاقوامی ادارہ برائے انسانی حقوق سوسائٹی کے تاحیات رکن ہیں)

amkhwaja2007@yahoo.co.in

> سپریم کورٹ نے بھی قانون کی بالادستی کے اصول کو بھارت کے آئین کے بنیادی ڈھانچے کا ایک حصہ مانا ہے اور اپنے مختلف فیصلوں میں یہ بات کہی ہے کہ قانون کی بالادستی میں من مانے ڈھنگ سے کام کرنے کیلئے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ آئین کی بالادستی وبرتری سے تو انکار کیا ہی نہیں جاسکتا۔ خواہ سپریم کورٹ ہو یا پارلیمنٹ دونوں کو آئین کی حدود کے اندر رہ کر ہی اپنے فرائض انجام دینے ہوتے ہیں۔

جائزہ

گنگ ہے خاموشی کی زباں بھی

زین شمسی

سلمان خان کو جان سے مارنے کی کوشش کرنے والا انوج تھاپن اپنے گھر کے ٹوائلٹ میں پھانسی لگا کر خود ہی مرگیا۔ ادھر سلمان خورشید کی بھتیجی ماریا احمد نے الیکشن کے دوران عوام سے اپیل کرتے ہوئے کہا کہ انڈیا الائنس کے لیے ووٹ جہاد کریں، اب جہاد کا لفظ اگر استعمال ہوا تو اسے ضابطہ اخلاق کی خلاف ورزی مانا جانا فرض اولین ہے، سو ان پر کئی طرح کے مقدمے دائر ہوگئے۔ تاہم اس لفظ ''جہاد'' کا سب سے زیادہ استعمال سدرشن ٹی وی والے نے کیا، اس نے تو یو پی ایس سی کرنے والے مسلمانوں کو تعلیمی جہادی تک کہہ دیا، مگر اسے اخلاقی قدم مانا گیا کہ یہ اس کا حق ہے اور جہاں تک ضابطہ اخلاق کی بات ہے تو خود مودی صاحب الیکشن ریلیوں میں مسلمانوں کو دراندازی بتا کر ڈھیر سارے بچے پیدا کرنے والے بتاتے ہیں، لیکن یہ ان کا حق ہے۔

یکا یک ایسا ہوا کہ دہلی کے 100 اسکولوں کو بم سے اڑانے کی دھمکی ملی، خبر ہے کہ یہ دھمکی ای میل کے ذریعہ روس سے آئی تھی۔ خبر کی سچائی کے لیے تفتیشی ایجنسیاں پورا زور لگا رہی ہیں، کیونکہ دوران الیکشن اب تک ایسی کوئی بات نہیں ہوئی جو پہلے کے الیکشن میں ہوا کرتی تھی۔ الیکشن نہایت خاموشی کے ساتھ اپنے اختتام کی طرف رواں ہے اور یہی حیرت ناک بات ہے کہ آخر اتنی خاموشی کیوں۔ الیکشن کا ایجنڈا دیکھیں تو ہندو مسلمان والا رنگ کہیں زیادہ ابھر کر سامنے نہیں آیا ہے اور نہ ہی رام مندر اور نہ ہی یکساں سول کوڈ۔ جیسا کہ الیکشن کو سنسنی خیز بنانے کے لیے کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد بھی لوگوں کی زبان پر یہی ہے کہ بی جے پی 400 سے زیادہ سیٹیں لے کر آرہی ہے۔ ہاں وہ لوگ جو مودی صاحب کو آدمی سمجھ رہے ہیں ان کی زبان کبھی کبھی لکنت زدہ ہو کر کہتی ہے کہ اس بار کا الیکشن بی جے پی کے لیے آسان نہیں ہے۔ مگر گزشتہ پندرہ برسوں میں بھارت کے بیشتر عوام انہیں ''بھگوان'' مان چکے ہیں اور بھگوان کبھی ہارے نہیں ہیں۔ دراصل جیت کے لیے دو اسٹرٹیجی ہوتی ہے، ایک شور اور دوسری خاموشی۔ دوبار کا الیکشن شور شرابہ کے ساتھ جیتا گیا، اس بار کا الیکشن خاموشی سے۔ مودی اور ان کی ٹیم جانتے ہیں کہ اب ان کے پاس کوئی ایسا مدعا نہیں ہے جس کو لے کر وہ عوام کو مشتعل کرسکیں۔ ان کے تمام بھاشن ریپیٹ بھاشن ہوتے ہیں۔ ایک ہی بات کو کتنی بار دہرایا جائے۔ اس لیے اس بار وہ سب خاموش ہوگئے ہیں اور اپنا کام اپنی ایجنسیوں اور اپنے میڈیا کے حوالے کرچکے ہیں۔ انہیں پورا یقین ہے کہ اس بار ان کا ووٹ انڈر کرنٹ ہوگا، کیوں کہ انہوں نے سماج کو اس قدر تقسیم کردیا ہے کہ وہ خود بخود مکمل پر ووٹ ڈالنے کے لیے مجبور ہیں۔

بھارت کو منگل پر لے جانے والے پردھان منتری جس طرح منگل سوتر کی بات کرنے لگے ہیں، اسی طرح ان کی سرکار بھارت کو وشو شکتی بنانے کی جگہ 80 کروڑ ہندوستانی بھوکوں کو مفت اناج تقسیم کرنے لگی ہے۔ گویا باتیں آسمان کی اور کام زمین پر بھی نہیں ہورہا ہے۔ مگر وہی لوگ جو مفت خور ہوچکے ہیں، وہ مودی کے انڈر کرنٹ ووٹر ہوچکے ہیں۔ این آر سی کے ذریعہ مسلمانوں کو بھارت سے نکالنے اور ان کے گھروں پر قبضہ کرنے والی بات ملک کے پسماندہ طبقے کے ذہن میں جو فٹ ہوئی آج تک نہیں اتری اور پسماندہ طبقہ کے لوگ اس امید میں مودی کو ووٹ دینے لگے کہ مسلمانوں کا گھر مودی جی انہیں دے دیں گے۔ او بی سی طبقہ خود اپنے ہی ذات والے یعنی تیجسوی اور اکھلیش کو جتانے کی کوشش نہیں کرتے اور اس کا ایک بڑا طبقہ بی جے پی کو ووٹ دینے میں ملک کی بھلائی سمجھتا ہے۔ تو مودی کو آخر ہرا کون رہا ہے۔ تقسیم ہند کے بعد یوں بھی مسلمان کسی کو بھی جتانے کے لائق نہیں رہے تھے، ہاں وہ سپورٹنگ ایکٹر کا رول ضرور بہ حسن خوبی نبھا رہے تھے اور 2014 سے تقسیم سماج کے بعد مسلمان کی سیاسی حیثیت حاشیہ پر چلی گئی، اس کے باوجود کوشش کرتے نظر آتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح بی جے پی کی حکومت چلی جائے، مگر کیسے، یہ ان کی سمجھ میں نہیں آتا۔

میں بہت پہلے یہ بات کہہ چکا ہوں کہ مسلم دشمنی میں کوئی بھی پارٹی چاہے کتنے سالوں تک حکومت کرلے، مگر نقصان بھارت کا ہی ہوگا۔ آج بھارت کی معاشی صورتحال ناگفتہ بہ ہوچکی ہے۔ ہر سطح پر سرکار کی ناکامی اجاگر ہوگئی ہے، اسکولی سطح پر تعلیم، حفظان صحت کی سطح پر طبی ادارے اور ترقیات کی بنیاد پر کھڑے سرکاری ادارے چرمرا چکے ہیں، مگر حکومت صرف مسلم دشمنی کی بنیاد پر آباد ہو رہی ہے۔

ایک خطرناک خبر یہ بھی آگئی کہ کورونا ویکسین کا سائڈ افیکٹ شروع ہوچکا ہے۔ خود ویکسین بنانے والی کمپنیوں نے اس کا اعتراف کیا کہ ویکسین میں ایسے اجزا تھے جو بعد میں نقصان دکھانے لگے ہیں۔ آج کی رپورٹ میں ہندوستان میں سب سے زیادہ استعمال کی گئیں کووی شیلڈ کی ویکسین بنانے والوں کا بیان ہے کہ 10 لاکھ میں سے صرف 7 لوگوں کو اس کا نقصان ہوگا۔ مگر سوال یہ ہے کہ سات لوگوں کا ہی نقصان ہوا تو کیا ان کی جان کی کوئی قیمت نہیں۔

گرمی کی شدت شباب پر ہے اور اس جھلستی گرمی میں سب سے بڑی آفت بہار کے اسکولوں کے ٹیچروں کی ہے۔ ایک تو ان سے گرمی کی چھٹی چھین لی گئی۔ بچوں کو گھر بٹھا دیا گیا اور استادوں کو دو گھنٹے کے لیے اسکول بلا لیا گیا۔ بچے اسکول نہیں آئیں گے مگر ٹیچر آئیں گے اور تمام ٹیچرس اسکول پہنچ رہے ہیں جو نہیں پہنچ رہے ہیں، انہیں جرمانہ ادا کرنا پڑ رہا ہے۔ ایک بھی مضبوط آواز ٹیچروں کی جانب سے سنائی نہیں دے رہی ہے۔ اب انہیں ٹریننگ پر بھیج دیا گیا ہے۔ انہیں یہ ثابت کرنے کے لیے کہا گیا ہے کہ بیس، تیس سال سے آپ جو پڑھا رہے ہیں، وہ غلط ہے۔ اب آپ پھر سے ٹریننگ لیجیے کہ کیسے پڑھانا ہے۔ ٹیچرس چھاتا اور لنچ لے کر دھوپ کی شدت میں نتیش کمار کے احکام پر عمل کررہے ہیں اور آرام سے اپنی سب تکلیف بھلا کر نتیش کو ووٹ دینے کے لیے قطار میں کھڑے ہیں۔ یونیورسٹیوں کے پروفیسر اولڈ پنشن اسکیم کو لے کر نتیش کو میمورنڈم سونپتے ہیں اور ان کے خلاف مہم چلانے کی بات کرتے ہیں اور جب الیکشن کا وقت آتا ہے تو یہ کہتے ہوئے نتیش کو ووٹ دیتے ہیں کہ ہم انہیں نہیں مودی کو ووٹ کررہے ہیں۔ وہ یہ کہتے ہوئے اس بات کو یاد بھی نہیں رکھتے کہ اولڈ پنشن اسکیم بی جے پی نے ہی ختم کی تھی تو مودی اسے کیسے بحال کریں گے۔ تو گویا تقسیم ہند کے بعد سے تقسیم سماج تک سیاست کا پورا دارومدار سیاسی بادشاہوں کی انگلیوں پر رقص کناں ہے اور عوام آج بھی کٹھ پتلیاں۔

(مضمون نگار سینئر صحافی ہیں)

drzainshamsi@gmail.com

> ... مسلم دشمنی میں کوئی بھی پارٹی چاہے کتنے سالوں تک حکومت کرلے، مگر نقصان بھارت کا ہی ہوگا۔ آج بھارت کی معاشی صورتحال ناگفتہ بہ ہوچکی ہے۔ ہر سطح پر سرکار کی ناکامی اجاگر ہوگئی ہے، اسکولی سطح پر تعلیم، حفظان صحت کی سطح پر طبی ادارے اور ترقیات کی بنیاد پر کھڑے سرکاری ادارے چرمرا چکے ہیں، مگر حکومت صرف مسلم دشمنی کی بنیاد پر آباد ہو رہی ہے۔

بازگشت

دیے کہاں ہیں کسی نے حقوق جینے کے
جو زندگی ہے تو زندہ ہوں اور کچھ بھی نہیں
مجھے خبر ہے کہ جمہوریت کے جنگل کا
میں ایک رائے دہندہ ہوں اور کچھ بھی نہیں

تہذیب ابرار

مراسلات

مراسلہ نگار کی رائے سے مدیر کا متفق ہونا ضروری نہیں

اسرائیل کو علمی بائیکاٹ کا سامنا

مکرمی!

ہم آج تک اسرائیلی مصنوعات کا بائیکاٹ کرتے، سنتے آرہے ہیں اور اسی کے متعلق لکھ اور پڑھ رہے ہیں، مگر قدرت کی مار اسرائیل پر چہار جانب سے پڑ رہی ہے، اسرائیل کو اپنی مصنوعات کے بائیکاٹ کے ساتھ اب تعلیمی بائیکاٹ کا سامنا بھی کرنا پڑ رہا ہے، جس کی وجہ سے اس کے ہواس باختہ ہوگئے ہیں۔ غزہ میں صہیونی درندگی کے کیا عالمی اثرات مرتب ہوں گے، اس کا اندازہ اسرائیل کو نہیں تھا، جیسے غزہ میں اسرائیل نے بے مثال تباہی مچائی ہے، اسی طرح اسرائیل کو بھی بے مثال تاریخی تعلیمی بائیکاٹ کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، دنیا بھر میں اسرائیلی سائنسدانوں اور اسکالرس کو بین الاقوامی تحقیقی گروپوں سے نکالا جارہا ہے، حتیٰ کہ ان کے ساتھ تعاون بھی ختم کیا جارہا ہے، ان کے مضامین اور سائنسی وتحقیقی مقالے وعالمی جرائد کو مسترد کیا جارہا ہے اور دنیا بھر کی یونیورسٹیوں میں تعلیمی لیکچرز اور کانفرسوں میں اسرائیلی سائنس دانوں کی شرکت منسوخ کی جارہی ہے۔ امریکہ کی 50 تا 60 یونیورسٹیوں میں طلبا اسرائیل کے خلاف مظاہرے کررہے ہیں۔ امریکہ، آسٹریلیا، فرانس اور جرمنی کی جامعات میں فلسطینیوں کی حمایت میں کیمپ لگ گئے ہیں، ان یونیورسٹیز میں اب تک سیکڑوں طلبا کو گرفتار کیا جاچکا ہے، جس کے اثر سے طلبا میں اسرائیل کے خلاف اظہار نفرت کا ماحول پوری طرح گرم ہے۔ اسی وجہ سے یوروپی جامعات کی انتظامیہ اسرائیلی سائنسدانوں کے دعوت نامے منسوخ کرنے پر مجبور ہورہی ہے۔ تاریخ میں پہلی بار اسرائیل کو اس طرز کے علمی بائیکاٹ کا سامنا ہے۔ یعنی اسرائیلی محققین کو ان کے بین الاقوامی تعلقات میں بڑا نقصان ہوا ہے۔ کچھ بین الاقوامی شہرت یافتہ جامعات نے اسرائیل کی مختلف یونیورسٹیوں اور کالجوں کا تعلیمی بائیکاٹ بھی شروع کررکھا ہے۔ بہت سے اسرائیلی لیکچرز کو دنیا بھر کی یونیورسٹیوں میں بین الاقوامی لیکچرز اور کانفرسوں میں شرکت نہ کرنے کے لیے پیشگی نوٹس موصول ہورہے ہیں۔ اسرائیلی بلاگر اور قلم کار لکھ رہے ہیں کہ اسرائیلی اکیڈمی ایک نئی صورتحال میں داخل ہوگئی ہے اور اسے ایک بے مثال عالمی بائیکاٹ کا سامنا ہے۔ 60 سے زیادہ اسرائیلی محققین اور سائنسداں اس علمی بائیکاٹ کے گواہ ہیں۔ علاوہ ازیں سائنسی جرائد میں اسرائیلی ماہرین کے مضامین کی اشاعت سے انکار بھی اس بائیکاٹ کا حصہ ہے، یوروپ میں اسرائیل کے سائنسی وتحقیقی مقالے اور مضامین کی اشاعت یا کوریج کو منسوخ کیا جارہا ہے۔ دنیا بھر کے لیکچرز کے ساتھ مشترکہ مضامین سے اسرائیلی لیکچرز کے ناموں کو حذف کرنے کے ساتھ تحقیقی فنڈ کی درخواستیں رد کی جارہی ہیں۔ اسرائیلی بین گورین یونیورسٹی کے پروفیسر کہہ رہے ہیں کہ یوروپ کی یونیورسٹیوں کے صدور سے کہا جارہا ہے کہ اسرائیلی یونیورسٹیوں کے ساتھ ہر قسم کا تعاون بند کریں۔ سماجی وسیاسی نفسیات کے شعبے میں ماہر سرگرم اسرائیلی افراد کو براہ راست ٹھکرایا جارہا ہے۔ دنیا بھر کی یونیورسٹیوں میں طلبا کا احتجاج برف کے گولے کی طرح ہے جو اسرائیل کے جامع عالمی تعلیمی بائیکاٹ کا باعث بن سکتا ہے، یوں بھی مختلف مغربی یونیورسٹیوں میں طویل عرصے سے اسرائیلی بائیکاٹ کا مطالبہ کیا جارہا ہے، جیسے برازیل، اٹلی، بلجیم اور ناروے نے ایسا بائیکاٹ نافذ کررکھا ہے اور اس احتجاج کی وجہ سے دیگر یونیورسٹیوں میں بھی بائیکاٹ کیا گیا۔ ظالم اسرائیل، اسرائیلی اکیڈمی طلبا کے مظاہروں اور مظاہروں کے خوف سے لیکچرز کے دوروں کے منسوخ کرنے کے بارے میں زیادہ فکرمند ہے۔ واضح ہو کہ دنیا بھر میں تعلیم وتحقیق اکیڈمی تعاون پر مبنی ہے اور اگر کسی خاص ملک کو اکیڈمک طور پر الگ تھلگ کردیا جاتا ہے تو یہ اسے نقصان پہنچاتا ہے۔ اس صورت حال سے اس وقت اسرائیل پوری طرح دوچار ہے۔ گولڈ اسٹین کی جمع کردہ شہادتوں کی بنیاد پر اسرائیل میں بہت سے محققین اور لیکچرز نے خبردار کیا ہے کہ بڑے پیمانے پر تعلیمی بائیکاٹ اسرائیل اکیڈمی کو شدید نقصان پہنچائے گا اور ملک کی جدید ٹیکنالوجی، طبی شعبہ، سائنسی تحقیق اور سائنس کے دیگر شعبے بھی اس سے محفوظ نہیں رہ سکیں گے۔

غیاث الدین دھام پوری — سابق خادم جامعہ عربیہ ہتھورا، باندہ، یوپی

نوٹ: ادارتی صفحے پر شائع مضامین میں مضمون نگاروں کے ذریعہ ظاہر کی گئی آرا ان کی ذاتی ہیں اور ادارہ اس کیلئے کسی طرح سے ذمہ دار نہیں ہے۔

سہارا انڈیا ماس کمیونی کیشن کیلئے پرنٹر وپبلشر **ضیاء قادری** نے ایم این ایس پرنٹرس پرائیویٹ لمیٹڈ نمبر 345/4 بھترا ہلی، اولڈ مدراس روڈ، کے آر پورم، بنگلور۔560049 سے چھپوا کر **دفتر روزنامہ راشٹریہ سہارا** ڈی۔5، تھرڈ فلور، جیوتی کمپلیکس، اپوزٹ ماروتی سوزوکی شوروم، 134/1 انفنٹری روڈ بنگلورو۔560001 سے شائع کیا۔
Published & Printed by **Zia Qadri** on behalf of Sahara India Mass Communication and Printed at **M.N.S. Printers Pvt. Ltd.** No.345/4, Bhattarahalli, Old Madras Road, K.R.Puram, Bengaluru-560049, Karnataka and Published from Office **Roznama Rashtriya Sahara** D-5, 3rd Floor, Jyothi Complex, Opp. Maruti Suzuki Showroom, 134/1, Infantry Road, Bengaluru-560001
ایڈیٹر اینڈ گروپ ایڈیٹر: **عبدالماجد نظامی** ■ ریزیڈنٹ ایڈیٹر: **نعمت اللہ حمیدی** * Editor & Group Editor: **Abdul Majid Nizami** (editor.nizami@gmail.com) Resident Editor: **Nematullah Hameedi** (mnhameedi@gmail.com)
For News Blr: **saharaurdubangalore@gmail.com** ■ **Advertisement. Bengaluru: 080-25594449 (National):** ■ 0-9891773434, 9899452476 **Email:** adsahara@gmail.com
ٹیلی فون نمبر بنگلور آفس: **080-25594449**، سرکولیشن: **9448051975**
www.roznamasahara.com
روزنامہ راشٹریہ سہارا
○ حب الوطنی ○ فرض شناسی ○ ایثار
ہمیں فخر ہے کہ ہم ہندوستانی ہیں
سال: 16 شمارہ نمبر: 5822
R.N.I. No.KARURD/2007/22871 **Roznama Rashtriya Sahara** (Bengaluru) Regd.: KA/BGGPO/2555/09-11
* اس شمارہ میں شامل شائع شدہ تمام خبروں کے انتخاب اور ایڈیٹنگ کیلئے ذمہ دار